کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھے جاؤ گے۔ حدیث شریف میں ہے جس کا عمل اچھا نہ ہوگا اس کا نسب اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

یہ کہتے ہیں یہود و نصاریٰ بن جاؤ تو راہ پاؤ گے۔ تم کہو بلکہ ملت ابراہیمی والے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے ○

(آیت:۱۳۵) عبداللہ بن صوریا اعور نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہدایت پر ہمیں ہیں۔ تم ہماری مانو تو تمہیں بھی ہدایت ملے گی۔ نصرانیوں نے بھی یہی کہا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم تو ابراہیم حنیف علیہ السلام کے متبع ہیں جو استقامت والے اخلاص والے حج والے بیت اللہ کی طرف منہ کرنے والے استطاعت کے وقت حج کو فرض جاننے والے اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے تمام رسولوں پر ایمان لانے والے لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے ماں بیٹی خالہ پھوپھی کو حرام جاننے والے اور تمام حرام کاریوں سے بچنے والے تھے۔ یہ سب معنی حنیف کے مختلف حضرات نے بیان کئے ہیں۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

(اے مسلمانو) تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاءؑ دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں ○

اہل کتاب کی تصدیق یا تکذیب! ☆☆ (آیت:۱۳۶) اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو کچھ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر اترا اس پر تو وہ تفصیل وار ایمان لائیں اور جو آپ سے پہلے انبیاء پر اترا اس پر بھی اجمالاً ایمان لائیں۔ ان اگلے انبیاء کرام میں سے بعض کے نام بھی لے دیئے اور باقی نبیوںؑ کا مجمل ذکر کر دیا۔ ساتھ ہی فرمایا کہ یہ کسی نبی کے درمیان تفریق نہ کریں کہ ایک کو مانیں اور دوسرے سے انکار کر جائیں۔ جو عادت اوروں کی تھی کہ وہ انبیاء میں تفریق کرتے تھے کسی کو مانتے تھے کسی سے انکاری تھے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں کو نہیں مانتے تھے۔ ان سب کو فتویٰ ملا کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا یہ لوگ بالیقین کافر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اہل کتاب تورات کو عبرانی میں پڑھتے تھے اور عربی میں تفسیر کر کے اہل اسلام کو سناتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کی سچائی یا تکذیب نہ کرو۔ کہہ دیا کہ اللہ پر اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ہمارا ایمان ہے۔ نبی ﷺ صبح کی دو سنتوں میں پہلی رکعت میں یہ آیت اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا پوری آیت اور دوسری رکعت میں آیت اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ پڑھا کرتے تھے۔

اسباط حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کو کہتے ہیں جو بارہ تھے جن میں سے ہر ایک کی نسل میں بہت سے انسان ہوئے۔ بنی اسماعیل کو قبائل کہتے تھے اور بنی اسرائیل کو اسباط کہتے تھے۔ زمخشریؒ نے کشاف میں لکھا ہے کہ یہ حضرت یعقوبؑ کے پوتے تھے جو ان کے بارہ لڑکوں

کی اولاد تھی۔ بخاری میں ہے کہ مراد قبائل بنی اسرائیل ہیں۔ ان میں بھی نبی ہوئے تھے جن پر وحی نازل ہوئی تھی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ الخ اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء اور بادشاہ بنائے۔ اور جگہ ہے وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا ہم نے ان کے بارہ گروہ کر دیئے۔ سبط کہتے ہیں درخت کو یعنی یہ مثل درخت کے ہیں جس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کل انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہی ہوئے ہیں سوائے دس کے نوح، ہود، صالح، شعیب، ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، محمد علیہم الصلوٰ والسلام۔ سبط کہتے ہیں اس جماعت اور قبیلہ کو جن کا مورث اعلیٰ اوپر جا کر ایک ہو۔ ہمیں توراۃ و انجیل پر ایمان رکھنا ضروری ہے لیکن عمل کے لئے صرف قرآن و حدیث ہی ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو راہ پائیں اور اگر منہ موڑیں تو خلاف میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے تجھ کو عنقریب کفایت کرے گا۔ وہ خوب سننے جاننے والا ہے ○ رنگ دیا اللہ نے اپنے رنگ میں اور اللہ سے زیادہ اچھا رنگ کس کا ہو گا۔ ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں ○ کہہ دو کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو جو ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تو اسی کے لئے خلوص کرنے والے ہیں۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟ کہہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ اللہ کے پاس کی شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ○

شرط نجات: ☆☆ (آیت: ۱۳۷-۱۳۸) یعنی اے ایمان دار صحابیو! اگر یہ کفار بھی تم جیسا ایمان لائیں یعنی تمام کتابوں اور رسولوں کو مان لیں تو حق و رشد و ہدایت و نجات پائیں گے اور اگر باوجود قیام حجت کے باز رہیں تو یقیناً حق کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے ان پر غالب کر کے تمہارے لئے کافی ہو گا، وہ سننے جاننے والا ہے۔ نافع بن نعیمؒ کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کا قرآن بھیجا گیا۔ زیاد نے یہ سن کر کہا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو لوگوں نے شہید کیا۔ اس وقت یہ کلام اللہ ان کی گود میں تھا اور آپ کا خون ٹھیک ان الفاظ پر پڑا تھا فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت نافعؒ نے کہا، بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے خود اس آیت پر ذوالنورین کا خون دیکھا تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رنگ سے مراد دین ہے اور اس کا زبر بطور اغراء کے ہے جیسے فطرة الله میں مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کو لازم پکڑ لو۔ اس پر چمٹ جاؤ۔ بعض کہتے ہیں، یہ بدل ہے مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ سے جو اس سے پہلے موجود ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں۔ یہ صدر موکد ہے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ کی وجہ سے منصوب ہے جیسے وَعْدَ اللّٰهِ ایک مرفوع حدیث ہے، بنی اسرائیل نے کہا،

اے رسول اللہؐ کیا ہمارا رب رنگ بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو آواز آئی ان سے کہہ دو کہ تمام رنگ میں ہی تو پیدا کرتا ہوں- یہی مطلب اس آیت کا بھی ہے لیکن اس روایت کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے اور یہ بھی اس وقت جب کہ اس کی اسناد صحیح ہوں-

مشرکین کے اعمال سے بیزاری: ☆☆ (آیت:۱۳۹-۱۴۰) مشرکوں کے جھگڑے کو دفع کرنے کا حکم رب العالمین اپنے نبی کو دے رہا ہے کہ "تم ہم سے اللہ کی توحید اخلاص اطاعت وغیرہ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ وہ صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ تمہارا رب بھی تو ہے ہم پر اور تم پر قابض و متصرف بھی وہی اکیلا ہے- ہمارے عمل ہمارے ساتھ ہیں اور تمہارے عمل تمہیں کام آئیں گے- ہم تم سے اور تمہارے شرک سے بیزار ہیں- جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایت ہیں اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ الخ یعنی "اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے- تم میرے (نیک) کام سے اور میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں" اور جگہ ارشاد ہے فَاِنْ حَآجُّوْكَ الخ "اگر یہ تجھ سے جھگڑیں تو تو کہہ دے میں نے اور میرے ماننے والوں نے اپنے منہ اللہ کی طرف کر دیئے"- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا اَتُحَآجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ الخ کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے اختلاف کرتے ہو؟ اور جگہ ہے؟ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ تو نے اسے بھی دیکھا جو ابراہیمؑ (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑنے لگا-

پس یہاں ان جھگڑالو لوگوں سے کہا گیا کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے تمہارے لئے- ہم تم سے بیزار، تم ہم سے الگ- ہم عبادت اور توجہ میں اخلاص اور یکسوئی کرنے والے لوگ ہیں- پھر ان لوگوں کے دعوے کی تردید ہو رہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نہ تو یہودی نہ نصرانی، تم اے یہودیو اور اے نصرانیو کیوں یہ باتیں بنا رہے ہو؟ کیا تمہارا علم اللہ سے بھی بڑھ گیا ہے- اللہ نے تو صاف فرما دیا مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے، نہ نصرانی، نہ مشرک بلکہ خالص مسلمان تھے- ان کا حق کی شہادت کو چھپا کر بڑا ظلم کرنا یہ تھا کہ اللہ کی کتاب جو ان کے پاس آئی اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے- محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں- ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اسحاق یعقوب وغیرہ یہودیت اور نصرانیت سے الگ تھے لیکن پھر نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اس بات کو بھی چھپا دیا-

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

یہ امت ہے جو گذر چکی جو انہوں نے کیا ان کے لئے ہے اور جو تم نے کیا تمہارے لئے- تم ان کے اعمال سے سوال نہ کئے جاؤ گے ○

(آیت:۱۴۱) پھر فرمایا، تمہارے اعمال اللہ سے پوشیدہ نہیں- اس کا محیط علم سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے- وہ ہر بھلائی اور برائی کا پورا پورا بدلہ دے گا- یہ دھمکی دے کر پھر فرمایا کہ یہ پاکباز جماعت تو اللہ کے پاس پہنچ چکی- تم جب ان کے نقش قدم پر نہ چلو تو صرف ان کی اولاد میں سے ہونا تمہیں اللہ کے ہاں کوئی عزت اور نفع نہیں دے سکتا ہے- ان کے نیک اعمال میں تمہارا کوئی حصہ نہیں اور تمہاری بداعمالیوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں، جو کرے سو بھرے- تم نے جب ایک نبی کو جھٹلایا تو گویا تمام انبیاء کو جھٹلایا، بالخصوص اے وہ لوگو جو نبی آخر الزمانؐ کے مبارک زمانہ میں ہو- تم تو بڑے ہی وبال میں آ گئے- تم نے تو اس نبی کو جھٹلایا جو سید الانبیاءؐ ہیں، جو ختم المرسلینؐ ہیں، جو رسول رب العالمینؐ ہیں- جن کی رسالت تمام انسانوں اور جنوں کی طرف ہے- جن کی رسالت کے ماننے کا ہر ایک شخص مکلف ہے- اللہ تعالیٰ کے بےشمار درود و سلام آپؐ پر نازل ہوں اور آپؐ کے سوا تمام انبیاء کرام پر بھی-

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾

عنقریب نادان لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا - تو کہہ دے کہ مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے - وہ جسے چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرے ○

تحویل کعبہ ایک امتحان بھی تھا اور تقرر جہت بھی : ☆☆ (آیت:۱۴۲) بے وقوفوں سے مراد یہاں مشرکین عرب اور علماء یہود اور منافقین وغیرہ ہیں - صحیح بخاری شریف میں حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی لیکن خود آپ کی چاہت یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ شریف ہو چنانچہ اب حکم آ گیا اور آپؐ نے عصر کی نماز اس کی طرف ادا کی - آپ کے ساتھ نمازیوں میں سے ایک شخص کسی اور مسجد میں پہنچا' وہاں جماعت رکوع میں تھی - اس نے ان سے کہا' اللہ کی قسم میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف نماز پڑھ کر ابھی آ رہا ہوں جب ان لوگوں نے سنا تو اسی حالت میں وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے - اب بعض لوگوں نے یہ کہا کہ جو لوگ اگلے قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں ان کی نمازوں کا کیا حال ہے - تب یہ فرمان نازل ہوا کہ' وَمَا كَانَ اللّٰهُ الخ یعنی اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہ کرے گا - ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضورؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو آپ اکثر آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے یہاں تک کہ آیت قَدْ نَرٰى الخ نازل ہوئی اور کعبہ قبلہ مقرر ہوا - لوگوں نے اگلے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کے بارے میں سوال کیا جس پر فرمان مَاكَانَ اللّٰهُ الخ نازل ہوا اور ان کی نمازوں کی طرف سے اطمینان ہوا -

اب بعض بے وقوف اہل کتاب نے قبلہ کے بدلے جانے پر اعتراض کیا' جس پر یہ آیتیں' سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ الخ نازل ہوئیں - شروع ہجرت کے وقت مدینہ شریف میں آپ کو بیت المقدس کی طرف نمازیں ادا کرنے کا حکم ہوا تھا - یہود اس سے خوش تھے لیکن آپ کی چاہت اور دعا قبلہ ابراہیمی کی تھی آخر جب یہ حکم نازل ہوا تو یہودیوں نے جھٹ سے اعتراض جڑ دیا جس کا جواب ملا کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں - اس مضمون کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ مکہ شریف میں آپ دونوں رکن کے درمیان نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سامنے کعبہ ہوتا تھا اور بیت المقدس کے صخرہ کی طرف آپ کا منہ ہوتا تھا' لیکن مدینہ جا کر یہ معاملہ مشکل ہو گیا دونوں جمع نہیں ہو سکتے تھے تو وہاں آپ کو بیت المقدس کی طرف نماز ادا کرنے کا حکم قرآن میں نازل ہوا تھا یا دوسری وحی کے ذریعہ یہ حکم ملا تھا - بعض بزرگ تو کہتے ہیں یہ صرف حضورؐ کا اجتہادی امر تھا اور مدینہ آنے کے بعد کئی ماہ تک اسی طرف آپ نمازیں پڑھتے رہے گو چاہت اور تھی یہاں تک کہ پروردگار نے بیت العتیق کی طرف منہ پھیرنے کو فرمایا اور آپ نے اس طرف منہ کر کے پہلے نماز عصر پڑھی اور پھر لوگوں کو اپنے خطبہ میں اس امر سے آگاہ کیا - بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی - حضرت ابوسعید بن معلیٰ فرماتے ہیں' میں نے اور میرے ساتھی نے اول اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور یہ ظہر کی نماز تھی - بعض مفسرین وغیرہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ پر جب قبلہ بدلنے کی آیت نازل ہوئی اس وقت آپ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے' دو رکعت ادا کر چکے تھے - پھر باقی کی دو رکعتیں آپؐ نے بیت اللہ شریف کی طرف پڑھیں' اسی وجہ سے اس مسجد کا نام ہی مسجد القبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد ہے - حضرت نویلہ بنت مسلمؓ فرماتی ہیں کہ ہم ظہر کی نماز میں تھے جب ہمیں یہ خبر ملی اور ہم نماز میں ہی گھوم گئے - مرد عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں مردوں کی جگہ جا پہنچیں ہاں اہل قبا کو دوسرے دن صبح کی نماز کے وقت یہ خبر

پہنچی۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ ناگاہ کسی آنے والے نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات کو حکم قرآنی نازل ہوا اور کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہو گیا چنانچہ ہم لوگ بھی شام کی طرف منہ ہٹا کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناسخ کے حکم کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب اس کا علم ہو جائے گو وہ پہلے ہی پہنچ چکا ہو اس لئے کہ ان حضرات کو عصر' مغرب اور عشاء کے لوٹانے کا حکم نہیں ہوا واللہ اعلم۔ اب باطل پرست کمزور عقیدہ والے باتیں بنانے لگے کہ اس کی کیا وجہ ہے کبھی اسے قبلہ کہتا ہے' کبھی اسے قبلہ قرار دیتا ہے۔ انہیں جواب ملا کہ حکم اور تصرف اور امر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جدھر منہ کرو' اسی طرف اس کا منہ ہے۔ بھلائی اسی میں نہیں آ گئی بلکہ اصلیت تو ایمان کی مضبوطی ہے جو ہر حکم کے ماننے پر مجبور کر دیتی ہے اور اس میں گویا مومنوں کو ادب سکھایا گیا ہے کہ ان کا کام صرف حکم کی بجا آوری ہے۔ جدھر انہیں متوجہ ہونے کا حکم دیا جائے' یہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اطاعت کے معنی اس کے حکم کی تعمیل کے ہیں۔ اگر وہ ایک دن میں سو مرتبہ ہر طرف گھمائے تو ہم بخوشی گھوم جائیں گے۔ ہم اس کے غلام ہیں ہم اس کے ماتحت ہیں' اس کے فرمانبردار ہیں اور اس کے خادم ہیں جدھر وہ حکم دے گا پھیر لیں گے امت محمدیہ پر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ انہیں خلیل الرحمان علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا جو اسی لاشریک کے نام پر بنایا گیا ہے اور تمام تر فضیلتیں جسے حاصل ہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث ہے کہ یہودیوں کو ہم سے اس بات پر بہت حسد ہے کہ اللہ نے ہمیں جمعہ کے دن کی توفیق دی اور یہ اس سے بھٹک گئے اور اس پر کہ ہمارا قبلہ یہ ہے اور وہ اس سے گمراہ ہو گئے اور بڑا حسد ان کو ہماری آمین کہنے پر بھی ہے جو ہم امام کے پیچھے کہتے ہیں۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا ٱلْقِبْلَةَ ٱلَّتِى كُنتَ عَلَيْهَآ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ ٱلرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے' اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے گو یہ کام مشکل ہے مگر جنہیں اللہ نے ہدایت دی (ان پر کوئی مشکل نہیں) اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے ○

(آیت:۱۴۳) پھر فرماتا ہے کہ اس پسندیدہ قبلہ کی طرف تمہیں متوجہ کرنا اس لئے کہ تم خود بھی پسندیدہ امت ہو تم اور امتوں پر قیامت کے دن گواہ بنے رہو گے کیونکہ وہ سب تمہاری فضیلت مانتے ہیں۔ وسط کے معنی یہاں پر بہتر اور عمدہ کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ قریش نسب کے اعتبار سے وسط عرب ہیں اور کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قوم میں وسط تھے یعنی اشرف نسب والے اور صلوۃ وسطی یعنی افضل تر نماز جو عصر ہے جیسے صحیح احادیث سے ثابت ہے اور چونکہ تمام امتوں میں یہ امت بھی بہتر افضل اور اعلیٰ تھی اس لئے انہیں شریعت بھی کامل' راستہ بھی بالکل درست ملا اور دین بھی بہت واضح دیا گیا جیسے فرمایا' هُوَ اجْتَبٰكُمْ الخ اس اللہ نے تمہیں چن لیا اور تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کے دین پر تم ہو اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ اس سے پہلے بھی اور اس میں بھی تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اوران سے دریافت کیا جائے گا کہ کیاتم نے میرا پیغام میرے بندوں کو پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں اللہ پہنچا دیا تھا' ان کی امت کو بلایا جائے گا اوران سے پرسش ہوگی کہ کیا نوح علیہ السلام نے میری باتیں تمہیں پہنچائی تھیں وہ صاف انکار کریں گے اور کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا' تمہاری امت انکار کرتی ہے۔ تم گواہ پیش کرو یہ کہیں گے کہ ہاں محمد ﷺ اور آپ کی امت میری گواہ ہے۔ یہی مطلب اس آیت وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ الخ کا ہے۔ وسط کے معنی عدل کے ہیں۔ اب تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے اور میں تم پر گواہی دوں گا (بخاری ترمذی' نسائی' ابن ماجہ) مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے' قیامت کے دن نبی آئیں گے اوران کے ساتھ ان کی امت کے صرف دو ہی شخص ہوں گے اوراس سے زیادہ بھی اس کی امت کو بلایا جائے گا اوران سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے تمہیں تبلیغ کی تھی' وہ انکار کریں گے' نبی سے کہا جائے گا تم نے تبلیغ کی وہ کہیں گے ہاں' کہا جائے گا تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور آپ کی امت۔ پس محمد ﷺ اور آپ کی امت بلائی جائے گی۔ ان سے یہی سوال ہوگا کہ کیا اس پیغمبر نے تبلیغ کی؟ یہ کہیں گے ہاں' ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں کیسے علم ہوا؟ یہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نبی آئے اور آپ نے خبر دی کہ انبیاء علیہم السلام نے تیرا پیغام اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔ یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان وَ کَذٰلِکَ الخ کا مسند احمد کی ایک اور حدیث میں وسطاً بمعنی عدلاً آیا ہے۔

ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور میری امت قیامت کے دن ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے۔ تمام مخلوق میں نمایاں ہوں گے اور سب کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اس روز تمام دنیا تمنا کرے گی کہ کاش وہ بھی ہم میں سے ہوتے۔ جس جس نبی کی قوم نے اسے جھٹلایا ہے' ہم دربار رب العالمین میں شہادت دیں گے کہ ان تمام انبیاء نے حق رسالت ادا کیا تھا۔

مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں ہے کہ بنی مسلمہ کے قبیلے کے ایک شخص کے جنازے میں ہم حضورؐ کے ساتھ تھے۔ لوگ کہنے لگے حضور یہ بڑا نیک آدمی تھا بڑا متقی پارسا اور سچا مسلمان تھا اور بھی بہت سی تعریفیں کیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ کس طرح کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا حضور پوشیدگی کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن ظاہرداری تو اس کی ایسی ہی حالت تھی۔ آپؐ نے فرمایا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ پھر بنو حارثہ کے ایک شخص کے جنازے میں تھے لوگ کہنے لگے حضرت یہ برا آدمی تھا بڑا بدزبان اور کج خلق تھا آپ نے اس کی برائیاں سن کر پوچھا تم کیسے کہہ رہے ہو اس شخص نے بھی یہی کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کے لئے واجب ہوگئی محمد بن کعب اس حدیث کو سن کر فرمانے لگے اللہ کے رسول سچے ہیں۔ دیکھو قرآن بھی کہہ رہا ہے وَ کَذٰلِکَ الخ مسند احمد میں ہے' ابوالاسودؒ فرماتے ہیں' میں مدینہ میں آیا' یہاں بیماری تھی لوگ بکثرت مر رہے تھے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو ایک جنازہ نکلا اور لوگوں نے مرحوم کی نیکیاں بیان کرنی شروع کیں۔ آپؓ نے فرمایا اس کے لئے واجب ہوگئی اتنے میں دوسرا جنازہ نکلا لوگوں نے اس کی برائیاں بیان کیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کے لئے واجب ہوگئی میں نے کہا امیرالمومنین کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا میں نے وہ کہا جو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی بھلائی کی شہادت چار شخص دیں اسے جنت میں داخل کرتا ہے ہم نے کہا حضور اگر تین دیں؟ آپ نے فرمایا تین بھی ہم نے کہا اگر دو ہوں آپ نے فرمایا دو بھی پھر ہم نے ایک کی بابت کا سوال نہ کیا ابن مردویہ کی ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنے بھلوں اور بروں کو پہچان لیا کرو۔ لوگوں نے کہا حضور کس طرح؟ آپ نے فرمایا اچھی تعریف اور بری شہادت سے۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔

پھر فرماتا ہے کہ اگلا قبلہ صرف امتحان تھا یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے پھر کعبۃ اللہ کی طرف پھیرنا صرف اس لئے تھا

کہ معلوم ہو جائے کہ سچا تابعدار کون ہے؟ اور جہاں آپ توجہ کریں وہیں اپنی توجہ کرنے والا کون ہے اور کون ہے جو ایک دم کروٹ لے لیتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے' یہ کام فی الحقیقت اہم کام تھا لیکن جن کے دلوں میں ایمان ویقین ہے' جو رسول اللہ کے سچے پیروکار ہیں' جو جانتے ہیں کہ حضور جو فرمائیں سچ ہے' جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے حکم کرتا ہے' اپنے بندوں کو جس طرح چاہے حکم دے' جو چاہے مٹائے' جو چاہے باقی رکھے' اس کا ہر کام' ہر حکم حکمت سے پر ہے' ان پر اس حکم کی بجا آوری کچھ بھی مشکل نہیں ہاں بیمار دل والے تو جہاں نیا حکم آیا انہیں فوراً نیا درد اٹھا۔ قران کریم میں اور جگہ ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ الخ یعنی جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض پوچھتے ہیں' اس سے کس کا ایمان بڑھا؟ حقیقت یہ ہے کہ ایمانداروں کے ایمان بڑھتے ہیں اور ان کی دلی خوشی بھی اور بیمار دل والے اپنی پلیدی میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ اور جگہ فرمان ہے۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى یعنی ایمان والوں کے لئے یہ ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان لوگوں کے کانوں میں بوجھ اور آنکھوں پر اندھاپا ہے۔ اور جگہ فرمان ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا یعنی ہمارا اتارا ہوا قرآن مومنوں کے لئے سراسر شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کا نقصان ہی بڑھتا رہتا ہے۔ اس واقعہ میں بھی تمام بزرگ صحابہ ثابت قدم رہے۔ اول اول سبقت کرنے والے مہاجر اور انصار دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے ہیں چنانچہ اوپر حدیث بیان ہو چکی کہ کس طرح وہ نماز پڑھتے ہوئے یہ خبر سن کر گھوم گئے جس سے ان کی کمال اطاعت اور اعلیٰ درجہ کی فرمانبرداری ثابت ہوئی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازیں رد نہیں ہوں گی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بلکہ ان کی اعلیٰ ایمانداری ثابت ہوئی انہیں دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا ثواب عطا ہوگا۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو اور ان کے ساتھ تمہارے گھوم جانے کو ضائع نہ کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ رؤف ورحیم ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جنگی قیدی عورت کو دیکھا جس سے اس کا بچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ اپنے بچے کو پاگلوں کی طرح تلاش کر رہی تھی اور جب وہ نہیں ملا تو قیدیوں میں سے جس کسی بچہ کو دیکھتی' اسی کو گلے لگا لیتی یہاں تک کہ اس کا اپنا بچہ مل گیا خوشی خوشی لپک کر اسے گود میں اٹھا لیا سینے سے لگایا پیار کیا اور اس کے منہ میں دودھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا' بتاؤ تو یہ اپنا بس چلتے ہوئے اس بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم جس قدر یہ ماں اپنے بچہ پر مہربان ہے' اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف ورحیم ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ہم نے تیرے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا' اب ہم تجھے اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے جس سے تو خوش ہو جائے۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرا کرو' اہل کتاب کو اس کے اللہ کی طرف سے اور حق ہونے کا قطعی علم ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں

جو یہ کرتے ہیں O

خشوع وخضوع ضروری ہے: ☆☆ (آیت:۱۴۴) حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ قرآن میں قبلہ کا حکم پہلا نسخ ہے۔ حضورؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہاں کے اکثر باشندے یہود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ یہود اس سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کئی ماہ تک اسی رخ نماز پڑھتے رہے لیکن خود آپ کی چاہت قبلہ ابراہیمی کی تھی آپ اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور نگاہیں آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔ بالآخر آیت قَدْ نَرٰی الخ نازل ہوئی۔ اس پر یہود کہنے لگے کہ اس قبلہ سے یہ کیوں ہٹ گئے جس کے جواب میں کہا گیا کہ مشرق اور مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور فرمایا جدھر تمہارا منہ ہو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے اور فرمایا کہ اگلا قبلہ امتحاناً تھا اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نماز کے بعد اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری اور حکم ہوا کہ مسجد حرام کی طرف کعبہ کی طرف میزاب کی طرف منہ کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے امامت کرائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام میں میزاب کے سامنے بیٹھے ہوئے اس آیت پاک کی تلاوت کی اور فرمایا میزاب کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ عین کعبہ کی طرف توجہ مقصود ہے اور دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ کعبہ کی جہت ہونا کافی ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ کرام کا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ مراد اس کی طرف ہے۔ ابوالعالیہؒ مجاہدؒ عکرمہؒ سعید بن جبیرؒ قتادہؒ ربیع بن انس وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔

ابن جریج میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' بیت اللہ مسجد حرام والوں کا قبلہ ہے اور مسجد اہل حرم کا قبلہ ہے اور تمام زمین والوں کا حرم قبلہ ہے خواہ مشرق میں ہوں خواہ مغرب میں میری تمام امت کا قبلہ یہی ہے۔ ابونعیم میں بروایت براء مروی ہے کہ حضورؐ نے سولہ سترہ مہینے تک تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی لیکن آپ کو پسند امر یہ تھا کہ بیت اللہ کی طرف پڑھیں چنانچہ اللہ کے حکم سے آپؐ نے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر عصر کی نماز ادا کی۔ پھر نمازیوں میں سے ایک شخص مسجد والوں کے پاس گیا' وہ رکوع میں تھے۔ اس نے کہا' میں حلفیہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ شریف کی طرف نماز ادا کی۔ یہ سن کر وہ جس حالت میں تھے' اسی حالت میں بیت اللہ شریف کی طرف پھر گئے۔ عبدالرزاق میں بھی یہ روایت قدرے کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ نسائی میں حضرت ابوسعید بن معلیٰؓ سے مروی ہے کہ ہم صبح کے وقت مسجد نبوی حضورؐ کے زمانہ میں جایا کرتے تھے اور وہاں کچھ نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن ہم گئے تو دیکھا نبی ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا آج کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے میں بھی بیٹھ گیا تو حضورؐ نے یہ آیت قد نری الخ تلاوت فرمائی۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ آؤ نبی ﷺ فارغ ہوں کہ منبر سے اترنے سے پہلے ہی ہم اس نئے حکم کی تعمیل کریں اور اول فرمانبردار بن جائیں چنانچہ ہم ایک طرف ہو گئے اور سب سے پہلے بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھی۔ پھر حضور بھی منبر سے اتر آئے اور اس قبلہ کی طرف پہلی نماز ظہر ادا کی گئی۔

ابن مردویہ میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ پہلی نماز جو حضورؐ نے کعبہ کی طرف ادا کی' وہ ظہر کی نماز ہے اور یہی نماز صلوۃ وسطی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ پہلی نماز کعبہ کی طرف عصر کی ادا ہوئی اسی وجہ سے اہل قبا کو دوسرے دن صبح کے وقت اطلاع پہنچی۔ ابن مردویہ میں روایت نویل بنت مسلم موجود ہے کہ ہم مسجد بنو حارثہ میں ظہر یا عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے ادا کر رہے تھے۔ دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ کسی نے آ کر قبلہ کے بدل جانے کی خبر دی۔ چنانچہ ہم نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور باقی نماز اسی طرف ادا کی' اس

گھومنے میں مرد عورتوں کی جگہ اور عورتیں مردوں کی جگہ آگئیں۔ آپؐ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو خوش ہو کر فرمایا' یہ ہیں ایمان بالغیب رکھنے والے۔ ابن مردویہ میں بروایت عمارہ بن اوس مروی ہے کہ رکوع کی حالت میں ہمیں اطلاع ہوئی اور ہم سب مرد عورتیں بچے اسی حالت میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے تم جہاں بھی ہو مشرق مغرب شمال یا جنوب میں' ہر صورت نماز کے وقت منہ کعبہ کی طرف کر لیا کرو ہاں البتہ سفر میں سواری پر نفل پڑھنے والا جدھر سواری جا رہی ہو' ادھر جس طرف بن پڑے نماز ادا کر لے اور اسی طرح وہ شخص جسے قبلہ کی جہت کا قطعی علم نہیں' وہ اندازے سے جس طرف زیادہ دل مانے نماز ادا کر لے۔ پھر گو اس کی نماز فی الواقع قبلہ کی طرف نہ بھی ہوئی ہو تو بھی وہ اللہ کے ہاں معاف ہے۔ مسئلہ مالکیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نمازی حالت نماز میں اپنے سامنے اپنی نظریں رکھے نہ کہ سجدے کی جگہ جیسے کہ شافعیؒ' احمدؒ اور ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ آیت کے الفاظ یہ ہیں کہ منہ مسجد الحرام کی طرف کرو اور اگر سجدے کی جگہ نظر جمانا چاہے گا تو قدرے جھکنا پڑے گا اور یہ تکلف کمال خشوع کے خلاف ہوگا۔ بعض مالکیہ کا یہ قول بھی ہے کہ قیام کی حالت میں اپنے سینہ کی طرف نظر رکھے۔ قاضی شریک کہتے ہیں کہ قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے جیسے کہ جمہور جماعت کا قول ہے اس لئے کہ یہ پورا پورا خشوع خضوع ہے اور ایک حدیث بھی اس مضمون کی وارد ہوئی ہے اور رکوع کی حالت میں اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھے اور سجدے کے وقت ناک کی جگہ اور التحیات کے وقت اپنی گود کی طرف۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ یہودی جو چاہیں باتیں بنائیں لیکن ان کے دل جانتے ہیں کہ قبلہ کی تبدیلی اللہ کی جانب سے ہے اور برحق ہے کیونکہ یہ خود ان کی کتابوں میں بھی موجود ہے لیکن یہ لوگ کفر و عناد اور تکبر و حسد کی وجہ سے اسے چھپاتے ہیں۔ اللہ بھی ان کی ان کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ١٤٥

تو اگرچہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دے لیکن وہ تیرے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ تو ان کے قبلہ کا ماننے والا ہے اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر تو باوجودیکہ تیرے پاس علم آچکا' پھر بھی ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائے تو بالیقین تو بھی ظالموں میں سے ہے ○

کفر و عناد زدہ یہودی: ☆☆ (آیت: ۱۴۵) یہودیوں کے کفر و عناد اور مخالفت و سرکشی کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ رسولؐ کی شان کا انہیں علم ہے لیکن پھر بھی یہ حالت ہے کہ ہر قسم کی دلیلیں پیش ہو چکنے کے بعد بھی حق کی پیروی نہیں کرتے جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَاۗءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یعنی جن لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے چاہے ان کے پاس یہ تمام آیتیں آجائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

پھر اپنے نبی کی اس استقامت پر بیان فرماتا ہے کہ جس طرح وہ ناحق پر ڈٹے ہوئے ہیں اور وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتے تو وہ بھی

سمجھ لیں کہ ہمارے نبی ایسے نہیں کہ ان کی باتوں میں آجائیں اور ان کی راہ چل پڑیں وہ ہمارے تابع فرمان ہیں اور ہماری مرضی کے عامل ہیں۔ ان کی باطل خواہش کی تابعداری ہرگز نہیں کریں گے' نہ ان سے یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا حکم آجانے کے بعد ان کے قبلہ کی طرف توجہ کریں۔ پھر اپنے نبی کو خطاب کر کے دراصل علماء کو دھمکایا گیا کہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد کسی کے پیچھے لگ جانا اور اپنی یا دوسروں کی خواہش پرستی کرنا یہ صریح ظلم ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۴۸﴾

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے ان کی ایک جماعت حق کو جان کر پھر چھپاتی ہے O تیرے رب کی طرف سے یہ سراسر حق ہے۔ خبردار تو شک والوں میں سے نہ ہونا O ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ تم نیکیوں کی طرف دوڑو جہاں کہیں بھی تم ہو گے' اللہ تمہیں لے آئے گا' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے O

صفات نبوی سے اغماض برتنے والے یہودی علماء: ☆☆ (آیت:۱۴۶-۱۴۷) ارشاد ہوتا ہے کہ علماء اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کی حقانیت کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹوں کو پہچانے۔ یہ ایک مثال تھی جو مکمل یقین کے وقت عرب دیا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے ایک شخص کے ساتھ چھوٹا بچہ تھا آپ نے اس سے پوچھا یہ تیرا لڑکا ہے اس نے کہا ہاں حضور آپ بھی گواہ رہیے۔ آپ نے فرمایا نہ یہ تجھ پر پوشیدہ رہے نہ تو اس پر۔

قرطبی کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام سے جو یہودیوں کے زبردست علامہ تھے' پوچھا کیا تو حضرت محمد ﷺ کو ایسا ہی جانتا ہے جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ جواب دیا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ آسمانوں کا امین فرشتہ زمین کے امین شخص پر نازل ہوا اور اس نے آپ کی صحیح تعریف بتا دی یعنی حضرت جبرائیلؑ حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئے اور پھر پروردگار عالم نے ان کی صفتیں بیان کیں جو سب کی سب آپ میں موجود ہیں پھر ہمیں آپؐ کے نبی برحق ہونے میں کیا شک رہا ہم آپ کو بیک نگاہ کیوں نہ پہچان لیں؟ بلکہ ہمیں اپنی اولاد کے بارے میں شک ہے اور آپ کی نبوت میں کچھ شک نہیں۔ غرض یہ ہے کہ جس طرح لوگوں کے ایک بڑے مجمع میں ایک شخص اپنے لڑکے کو پہچان لیتا ہے اسی طرح حضورؐ کے اوصاف جو اہل کتاب کی آسمانی کتابوں میں ہیں' وہ تمام صفات آپؐ میں اس طرح نمایاں ہیں کہ بیک نگاہ ہر شخص آپ کو جان جاتا ہے پھر فرمایا کہ باوجود اس علم حق کے' پھر بھی یہ لوگ اسے چھپاتے ہیں' پھر اپنے نبی اور مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم دیا کہ خبردار تم ہرگز حق کے حق ہونے میں شک نہ کرنا۔

سچا قبلہ: ☆☆ (آیت:۱۴۸) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ ہر مذہب والوں کا ایک قبلہ ہے لیکن سچا قبلہ وہ ہے جس پر مسلمان ہیں۔ ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہود کا بھی قبلہ ہے۔ نصرانیوں کا بھی قبلہ ہے اور تمہارا بھی قبلہ ہے لیکن ہدایت والا قبلہ وہی ہے جس پر